Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 51-65
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

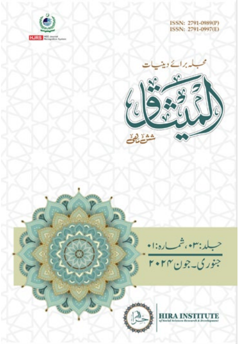

تصوف اور متعلقہ اصطلاحات پر تنقیدات کا علمی جائزہ

A Scholarly Review of Critics on the Sufism and Related Terminologies

1. Dr. Muhammad Akram akramfqchfd@gmail.com	*Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.*
2. Muhammad Saad saadrasheed101@gmail.com	*Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.*

How to Cite:	Dr. Muhammad Akram and Muhammad Saad. 2024: "A Scholarly Review of Critics on the Sufism and Related Terminologies". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01):51-65.		
Article History:	**Received**: 14-03-2024	**Accepted**: 02-04-2024	**Published**: 19-04-2024
---	---
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License
---	---
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

تصوف اور متعلقہ اصطلاحات پر تنقیدات کا علمی جائزہ

A Scholarly Review of Critics on the Sufism and Related Terminologies

1. **Dr. Muhammad Akram**
   Assistant Professor, Government College of Technology, Pindi Bhattian, Hafizabad.
   akramfqchfd@gmail.com

2. **Muhammad Saad**
   Visiting Lecturer, Government College University Faisalabad, Hafizabad Campus.
   saadrasheed101@gmail.com

Abstract:

Critics of Sufism have engaged in a meticulous examination of various facets within the domain, including the terminology associated with *Ṣūfī* practices and figures. Specifically, scrutiny has been directed towards terms such as "*Ṣūfī*","Sufism" the instructional tenets of Sufism, and even historical encounters such as those between *Ḥasan Baṣrī* and *Ḥaḍrat ʻAlī*. Central to this critique is the contention that the term "Sufism" is a construct of uncertain origin, purportedly borrowed from the Greek lexicon. This prompts a scholarly inquiry into its etymological roots to discern whether it indeed stems from Hellenistic sources or if its formulation can be attributed to *Ṣūfī* intellectuals themselves. Moreover, an investigation ensues to delineate any linguistic, semantic, or conceptual overlaps between this term and its purported Greek origins. Furthermore, critics have scrutinized the application of the term "*Ṣūfī*" positing that it lacked prevalence during the early epochs of *Ṣūfī* history. This prompts a scholarly exploration into historical records to ascertain the veracity of claims regarding its absence or emergence within early *Ṣūfī* discourse. In parallel, the instructional doctrines of Sufism have been subjected to critical examination. Critics contend that the foundational principles and doctrinal seeds of Sufism were absent during pivotal periods such as the prophetic era and the epoch of the companions. Consequently, scholarly inquiry is warranted to discern the accuracy of these assertions and to delineate the historical evolution of *Ṣūfī* teachings. Through rigorous scholarly inquiry and analysis, these criticisms aim to elucidate and contextualize the historical development and conceptual underpinnings of Sufism, contributing to a nuanced understanding of its evolution within the broader landscape of Islamic spirituality.

Keywords: *Sufism, Critics, Islamic Spirituality, Scholarly Inquiry, Etymological Roots.*

تمہید

تصوف ایک دینی فلسفہ ہے جو اسلامی تعلیمات اور روحانیت کے تجربات کی بنیاد پر انسانی روحانی ترقی اور الٰہی رابطے کو مطلوب بناتا ہے۔ تصوف ذہنیت میں عشق، تفکر، تواضع، انقطاع اور الٰہی رازوں کی تلاش پر مبنی ہے۔ اس کا مقصد انسان کو اپنی جذباتی اور روحانی ذات کو جاننے، تربیت کرنے اور ان کے ذاتیت کے معنوں کو سمجھنے کی راہ دکھانا ہوتا ہے۔ صوفیائے کرام عموماً دنیاوی مادی خواہشات کو پیش نظر رکھتے ہیں اور ان کی توجہ مخصوص طور پر اللہ کی طرف منتقل کرتے ہیں۔ تصوف پر مختلف لحاظ سے نقد کیا گیا اور

اس پر فکری، فلسفی اور دینی افکار کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر:

- **فقہی نقد:** کچھ فقہاء نے تصوف کی عبادات اور عملیات کو شرعی اصول کی روشنی میں نقد کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ بعض اوقات تصوفی عملیات اصلی اسلامی اصولوں کے خلاف ہوتے ہیں۔
- **تاریخی نقد:** تصوف کے مختلف مراحل اور مخصوص صوفیوں کے عقائد پر تاریخی نقد کیا گیا ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ تصوفی ترقی کا دور صرف اسلامی تاریخ کا حصہ نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے بھی مختلف مذاہب میں اس طرح کے عقائد اور عملیات موجود تھیں۔
- **فلسفیانہ نقد:** بعض فلاسفہ تصوف کے مختلف اصول اور عقائد کو فلسفی نظریات کے ساتھ موازنہ کرتے ہیں اور ان کی منطقیت، عقلیت، اور تکامل کو شدت سے نقد کرتے ہیں۔
- **دینی نقد:** مختلف اسلامی فرقوں کے درمیان بھی تصوف کے نظریات و عملیات پر نقد کیا جاتا ہے اور ان کے مابین مختلف افتراقات پر توجہ دی جاتی ہے۔ یہ مختلف نقادانہ دیدگاں اور تجزیات نے تصوف کی مختلف پہلوؤں کو چنچل کر کے اس کی سمجھ اور مقام کو بہتر طریقے سے سمجھنے میں مدد فراہم کی ہے۔

زیر نظر مقالہ تصوف اوراس سے متعلقہ اصطلاحات پر مختلف پہلوؤں سے کیے گئے نقد کے علمی و تحقیقی جائزہ پر مشتمل ہے۔

لفظ "تصوف" پر نقد

ڈاکٹر اسرار احمد دیگر ناقدین تصوف کی طرح لفظ تصوف کو مجہول الاصل مانتے ہیں۔ لفظ تصوف کے مادہ اشتقاق پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ایک تو یہ لفظ غیر قرآنی ہے۔ لفظ تصوف کا کوئی تعلق نہ قرآن سے ہے نہ سنت وحدیث سے، دوسرا یہ لفظ مجہول الاصل بھی ہے جس کا مادہ ہی متفق علیہ نہیں۔ اس کے بارے میں پہلی بات یہ نوٹ کر لیجئے کہ یہ لفظ دوسری صدی ہجری کے اختتام کے قریب استعمال ہونا شروع ہوا۔ ڈاکٹر میر ولی الدین نے تو اس کے لیے باقاعدہ سن معین کیا ہے 822 عیسوی، حضور ﷺ کا انتقال 632 میں ہوا۔ [1]

ڈاکٹر اسرار احمد لفظ تصوف کو یونانی زبان سے ماخوذ مانتے ہیں جس کے معانی حکمت و دانائی اور معرفت خداوندی ہے وہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> میرے نزدیک لفظ "تصوف" کا ماخذ یونانی لفظ "Sophia" ہے جو بعض علوم کے ساتھ رافع کے طور پر آتا ہے مثلاً Philosphy. یونانی زبان میں Shophia کا معنی ہے Wisdom یعنی حکمت و دانائی اور Sophos حکیم و دانا (Wise) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے لفظ تصوف در حقیقت Theosophy سے بنا ہے جو عرفان و معرفت خداوندی کا علم ہے۔ [2]

ڈاکٹر اسرار احمد کے نزدیک لفظ صوفی یونانی لفظ Sophia سے ماخوذ ہے۔ موصوف کے اس بیانیے کی تحقیق مطلوب ہے جس کے بعد صوفیا کے تصور اشتقاق کا جائزہ لے کر دونوں کا تقابل کر کے نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔ فکرِ احسان الٰہی ظہیر کے مطابق لفظ صوفی جدید اختراع ہے اور عہد صحابہ و سلف صالحین میں اس کا استعمال نہیں ملتا۔ موصوف لفظ صوفی پر

نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ لفظ صوفی جدید اختراع ہے اور حضور ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین کے دور میں اس لفظ کے استعمال کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ [3]

غلام احمد پرویز لفظ "صوفی" پر نقد کرتے ہوئے اپنی کتاب "تصوف کی حقیقت" میں لکھتے ہیں:

بعض اس کی اصل یونانی لفظ "صوفیا" قرار دیتے ہیں جس کے لغوی معنیٰ عقل و دانش کے ہیں اور جو فلسفہ (Philosophy) کی ترکیب میں شامل ہے۔ اکثریت کا خیال اس طرف گیا ہے کہ صوفی لفظ صوف سے مشتق ہے جس کے معنیٰ موٹی اون کے کمبل نما کپڑے کے ہیں۔ اس لفظ کے اشتقاق کی کوئی صورت بھی ہو مسلمانوں کے ہاں بہر حال یہ بہت بعد میں آیا ہے۔ [4]

ناقدین کے نزدیک صوفی کا لفظ مختلف فیہ اور جدید اختراع ہے۔ صحابہ اور سلف صالحین کے دور میں اس لفظ کے استعمال کا ثبوت نہیں ملتا۔ ناقدین کی لفظِ تصوف و صوفی سے متعلق تنقیدات تین امور پر مشتمل ہیں:

1. لفظ صوفی جدید اختراع ہے۔ صدرِ اسلام میں اس کا کوئی وجود نہ تھا۔
2. یہ لفظ یونانی لفظ Sophia سے ماخوذ ہے جس کا معنیٰ حکمت ہے۔
3. اس کا ماخذ ہی متعین نہیں۔

لہٰذا ضروری ہے کہ مذکورہ نقد کے تینوں پہلوؤں کا تحقیقی جائزہ لیا جائے۔ چنانچہ پہلے لفظ صوفی سے متعلق محققین کی آراء کا تجزیہ کیا جاتا ہے کہ یہ لفظ یونانی لفظ سے ماخوذ ہے یا یونانی لفظ سے اس کا تعلق معنوی طور پر جوڑا گیا ہے اور یہ نسبت و ربط حقیقی ہے یا غیر حقیقی؟

لفظِ صوفی سے متعلق محققین کی آراء کا تجزیاتی مطالعہ

جہاں تک ناقدین کا کہنا ہے کہ لفظ صوفی جدید اختراع ہے جس کا صدر اسلام میں کوئی وجود نہ تھا یا اسی طرح یہ اعتراض کہ صوفی خود ساختہ اصطلاح ہے جسے اہلِ بغداد نے گھڑ لیا تو اس کے جواب میں ابو نصر سراج الطوسی لکھتے ہیں:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ صوفی بعد کے زمانے کی ایک خود ساختہ اصطلاح ہے جسے بعد ازاں گھڑ لیا گیا حالاں کہ ایسا نہیں کیوں کہ حضرت حسن بصری جنہوں نے بعض صحابہ کا دور پایا تھا کہتے ہیں کہ میں نے طواف کعبہ کے دوران ایک صوفی دیکھا اور اسے کچھ دینا چاہا مگر اس نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میرے پاس چار درھم موجود ہیں جو میرے لیے کافی ہیں۔ سفیان ثوری فرماتے ہیں اگر ہاشم الصوفی نہ ہوتے تو مجھے ریا کی حقیقت معلوم نہ ہو سکتی۔ [5]

صوفیا کے نزدیک حسن بصریؒ پہلے شخص ہیں جنہوں نے تصوف کے متعلق گفتگو کی اور تعلیمات تصوف کو پروان چڑھایا۔ ان کا تعلق پہلی صدی ہجری کے اوائل سے ہے۔ امام ابو طالب مکی امام حسن بصری کے بارے لکھتے ہیں:

حسن بصریؒ پہلے شخص تھے جنہوں نے اس علمِ تصوف کی بنیاد رکھی۔ لوگوں کو اس علم کے حوالے سے

بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ اس کے بے شمار معانی و مطالب کی تشریح کی۔ اس کے انوار و برکات کی تفصیل بیان کی اور اس علم کی حقیقت کا انکشاف کیا۔[6]

صوفیا کے نزدیک گویا اس علم تصوف کی بنیادیں دوسری صدی ہجری کے آغاز سے ہی مل جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ اپنے انوار و حقائق اور سلوک و ہدایت میں سیرت نبوی ﷺ اور سیرت صحابہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین سے ماخوذ ہے کیوں کہ تصوف میں "مقام احسان" ہی ہے جس پر مذکورہ بالا ہستیاں مکمل طور پر کاربند تھیں۔ جدید اختراع کے متعلق قبل از اسلام سے ابو نصر سراج الطوسی دلیل نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

تاریخ مکہ مکرمہ پر مشتمل ایک کتاب اخبار مکہ میں محمد بن اسحاق بن یسار اور دوسرے راویوں سے روایت ہے کہ اسلام سے قبل مکہ پر ایک ایسا دور بھی آیا تھا کہ بیت اللہ کا طواف کرنے والا کوئی نہ تھا ان حالات میں کسی دور دراز مقام سے ایک صوفی آتا اور طواف کر کے واپس چلا جاتا۔[7]

انہوں نے اس روایت سے قبل از اسلام صوفی کے لفظ کو مروج تسلیم کیا ہے اور نیک لوگوں پر اس کا اطلاق کیا ہے۔ ابو نصر سراج نے اس سوال کا جواب دیا ہے کہ قرون اولیٰ میں لفظ صوفی مستعمل نہ تھا۔ تاریخی حقائق کے مطابق قبل از اسلام ایک صوفی کعبہ کے طواف کے لیے مکہ آتا جب کوئی طواف کرنے والا نہ تھا۔ اس اعتراض کا جواب دیا کہ صحابہ کے لیے اس لفظ کا استعمال کیوں نہ تھا؟ اس لیے کہ لفظِ صحابیت کے ہوتے ہوئے انہیں کسی اور لفظ کی ضرورت نہ تھی۔ نہ مفسر، نہ محدث، نہ فقیہ۔ ابو نصر سراج الطوسی اس اعتراض کا جواب لکھتے ہیں کہ صحابیت کے متبادل کوئی عزت والا لفظ نہیں لہٰذا انھیں کسی اور لقب سے سروکار ہی نہ تھا۔ صحابہ کو فقراء کا امام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کی صحبت پاک سے مشرف ہونے کی ایک اپنی حرمت اور خصوصیت ہے۔ جن نفوس قدسیہ کو یہ سعادت حاصل رہی انہیں صحابی کے نام سے ہٹ کر کسی اور نام سے موسوم کرنا تو کسی طرح مناسب نہیں۔ آپ پر یہ عیاں نہیں کہ صحابہؓ، زاہدوں، عابدوں، اللہ پر توکل کرنے والوں، فقراء، مجاہدہ نفس کرنے والوں اور صابروں کے امام تھے اور انہوں نے جو مقام صحابیت حاصل کیا وہ سرکار رسالت مآب ﷺ کی صحبت ہی کا اثر تھا۔[8]

تجزیہ

کتبِ صوفیا کی عبارت سے عیاں ہوا کہ صوفی کی اصطلاح صدر اسلام میں مستعمل تھی۔ حسن بصری نے کعبہ کا طواف کرنے والے شخص کے لیے صوفی کا لقب استعمال کیا۔ آپ پہلے طبقہ کے تبع تابعی ہیں۔ آئندہ سطور میں اس بات کی تحقیق کی جائے گی کہ کیا یہ لفظ یونانی لفظ Sophia سے ماخوذ ہے جس کا معنی حکمت ہے؟ یا اس کا ماخذ کچھ اور ہے؟

لفظ تصوف کا ماخذ

ناقدین لفظ تصوف کو "صوف" سے ماخوذ مانتے ہیں۔ ڈاکٹر مصطفی حلمی اسے خلافِ قیاس اور غیر صحیح قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

جو لوگ اس لفظ کو "صوف" کے لباس سے نسبت دیتے ہیں ان کی بنیاد یہ خیال ہے کہ "صوف" یعنی حکمت سے مراد یونانیوں کے ہاں عقلی استدلال، مستحق اور فلسفہ ہی تھا اور وہی ہو سکتا تھا۔ اسلام میں صوفی سے مراد وہ گروہ ہے جس نے روح کی تربیت کو اپنا اصلی مقصد بنایا۔ وہ کسی فلسفی کا مقلد نہیں۔ اس کے سامنے ایبا یقین اور مساکین کا اسوہ تھا۔ لہذا بظاہر اس کی کوئی وجہ نہیں کہ یہ لفظ "صوف" سے ماخذ مانا جائے۔ قرین قیاس اور قرین صحت یہی بات ہے کہ نسبت "صوف" کے لباس سے ہے جو انبیاء اور صدیقین کا لباس ہے۔[9]

مزید ڈاکٹر مصطفی حلمی کے مطابق یونانیوں کے ہاں حکمت سے مراد فلسفہ اور تصوف میں حکمت سے روح کی تربیت ہے۔ لہذا یونانیوں اور صوفیوں کے ہاں حکمت کے بارے متضاد نظریات ہیں۔ اگر صوفیا کا مطمع نظر فلسفہ ہوتا تو پھر ناقدین کا پیش کردہ اشتقاق درست تھا جب کہ صوفیا کا موضوع تصوف تزکیہ نفس، تصفیہ قلب اور تطہیر روح ہے۔ کتبِ تصوف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صوفیا کی بنیادیں قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں۔ ڈاکٹر محمد مصطفی حلمی لفظ صوفی کے اشتقاق پر جرح کرتے ہوئے محققانہ بحث کرتے ہیں اور صوفی کو لقب قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

صوفی ایک لقب ہے اگرچہ لغوی اور قیاسی اعتبار سے اس کے اشتقاق کی بھی تائید نہیں ہوتی۔ اس لقب کی شہرت یوں ہوتی ہے کہ صوفی، صوف کا لباس استعمال کرتے تھے اس لیے صوفی کو صوف سے نسبت دیتے ہیں۔ اکثر اکابر صوفیا اسی آخری رائے پر گئے ہیں اور انہوں نے بھی یہی تسلیم کیا ہے۔ بل کہ ان علماء نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا ہے جو اصطلاحی طور پر صوفی نہیں تھے مثلاً سراج طوسی، صاحب اللمع، زکریا انصاری، شارع رسالہ قشیریہ، ابن تیمیہ، ابن خلدون وغیرہ۔[10]

لفظ تصوف کا یونانی الاصل ہونا

اس بات کی تحقیق مطلوب ہے کہ کیا لفظ تصوف یونانی زبان سے ماخوذ ہے؟ صوفیا کی تاریخ سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ کسی صوفی نے یونانی زبان نہیں سیکھی۔ عہدِ مامون میں مختلف زبانوں کی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا۔ اس سے کہیں پہلے تصوف لٹریچر وجود میں آچکا تھا۔ اس بات کی تصدیق اے جے آربری اپنی کتاب میں یوں کرتے ہیں:

It is by no means certain that Plotinus was ever translated into Arabic, and in any case, it seems that if any Greek authors exercised a real direct influence on the Arab mystics, none of whom is known to have been personally acquainted with Greek, they are more likely to have been late syncretizes.[11]

یہ یقینی طور پر کہنا مشکل ہے کہ Plotinus کا کبھی عربی ترجمہ ہوا اور نہ ہی ایسا ہے کہ کبھی کوئی یونانی فلسفی عرب صوفیاء پر اثر انداز ہوا ہو۔ کسی کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یونانیوں سے بلاواسطہ رابطہ میں تھے۔ زیادہ امکان یہ ہے کہ ان کا تعلق نظریات اور اختلاطِ مذاہب کرنے والے قدماء سے ہو۔

مذکورہ اقتباس سے عیاں ہوا کہ لفظ تصوف ہر گز یونانی زبان سے ماخوذ نہیں کیوں کہ یونانی علوم کے عربی زبان میں

تراجم بہت دیر بعد کیے گئے جب کہ تصوف بطور علم اس سے پہلے معرض وجود میں آچکا تھا۔

تصوف کا مجہول الاصل ہونا۔۔۔ تحقیق و تجزیہ

یہاں اس امر کی بھی تحقیق مطلوب ہے کہ کیا تصوف مجہول الاصل ہے؟ محققین کے مطابق یہ تحریک مکمل طور پر اسلامی ہے۔ ہندو یا پارسی مذاہب سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور تصوف اس حال یا کیفیت کا نام ہے جس پر پہلی، دوسری اور تیسری صدی کے مسلمان تھے۔ڈاکٹر محمد حفیظ الرحمن اپنی کتاب میں تصوف کے ارتقاء کو یوں بیان کرتے ہیں:

> اسلام میں تصوف کی تعریف کے متعلق محققین کے مختلف خیالات ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسلام میں اس کا رواج عیسائیت، ہندومت اور پارسی مذہب کی طرح ہوا لیکن اسلامی تصوف کے محققین کا کہنا ہے کہ اسلامی تصوف کا ربط قرآن اور محمد ﷺ کی عملی سیرت سے ہے۔ پروفیسر لوئس میسی نون، جو اسلامی تصوف کے تبصرہ کے لیے خاص طور سے دسترس حاصل کرنے والے محقق مانے جاتے ہیں، نے اپنی تحقیق کے ذریعہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ تصوف کا ماخذ حقیقی قرآن وحدیث ہے اور یہ کامل طور پر اسلامی تحریک ہے۔[12]

ڈاکٹر حفیظ الرحمن کی تحقیق کے مطابق اسلامی محققین کے نزدیک تصوف کا ماخذ حقیقی قرآن وسنت ہے۔ پروفیسر لوئس میسی نون کے الفاظ سے بھی پتہ چلتا ہے کہ تصوف کا حقیقی ماخذ قرآن و سنت ہے اور یہ تحریک مکمل طور پر اسلامی ہے۔ سید یوسف اپنی کتاب "تصوف اور صوفیا" میں تصوف کے اشتقاق کے بارے میں درج ذیل امکانات ذکر کرتے ہیں:

- صوفی صفا سے مشتق ہے کیونکہ اس کی بنیاد تصفیہ قلوب سے ہے۔
- یہ صفوۃ کاملین سے ماخوذ ہے کیونکہ ایسے لوگ کمالات سے متصف ہوتے ہیں۔
- یہ مسجد نبوی کے صفہ سے ماخوذ ہے کیونکہ صوفیا میں اہلِ صفہ کے کردار کی جھلک ملتی ہے۔ اس صورت میں یہ اشتقاق نہیں بلکہ ان کی طرف منسوب ہوگا۔
- یہ صوف بمعنی اون سے مشتق ہے کیونکہ عموماً ان کا لباس اون کا ہوتا ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ زہد کی بنا پر صوفیاء ایسے لباس پر اکتفا کرتے اور دنیا سے بے رغبتی کا اظہار کرتے ہیں۔ ابن عجیبہ نے اس اصل کو ترجیح دی ہے۔[13]

سید یوسف اپنی کتاب "تصوف اور صوفیا" میں تصوف کے لب لباب کو مقام احسان کے طور پر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

> تصوف در حقیقت اس "مقامِ احسان" کی تفسیر ہے جو مقام شہود واعیان سے عبارت ہے جبکہ اصطلاحات کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی۔ یقیناً عبرت، حقیقت وجوہر میں ہوتی ہے۔ لہٰذا جب ظاہر کی اصلاح ضروری ٹھہری تو باطن کی اصلاح اس سے زیادہ ضروری ہے کیوں کہ وہ اللہ کے نظر کرنے کی جگہ ہے اور جب بندے کے باطن اس کی سیرت اور اس کے دل کی اصلاح اصل دین ہوئی تو یہی تصوف ہے جو دلوں کی اصلاح سے بڑھ کر کچھ بھی نہیں۔[14]

ڈاکٹر محمد مصطفی حلمی "تاریخ تصوف" اسلام میں صوفی کی تعریف کرتے ہوئے صوفیا کے اقوال کو نقل کرتے ہیں اور ان سے سات شرائط ماخوذ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک تمام تعریفات سے معلوم ہوتا ہے کہ درج ذیل امور صوفی کے لیے ضروری ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی کسی شخص میں نہ پائی جائے تو وہ مکمل صوفی نہیں:

- اس کا دل صاف ہو۔
- اپنے نفس کو وہ ہلاک کر چکا ہو۔
- حرص وہوس سے وہ جنگ آزما ہو کر کامیاب ہو چکا ہو۔
- متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔
- جاہ دنیا سے متنفر اور بے زار ہو۔
- تمام رشتے توڑ کر صرف اللہ سے رشتہ جوڑ چکا ہو۔
- ہر وقت یاد الہیٰ میں غرق رہتا ہو۔[15]

تجزیہ

مسلمان فتوحات کے ذریعے دوسرے لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے اور اجنبی زبانوں کا اسلام میں دخول شروع ہوا تو علماء کرام دین اسلام کی حفاظت اور دفاع کے لیے میدان میں اترے۔ ہر خاص میدان میں تدوین و تالیف کا فریضہ سر انجام دیا۔ فقہاء نے فقہ میں شاندار خدمات سرانجام دیں تو عباد، زہاد اور عارفین نے تزکیہ نفوس، تصفیہ قلوب اور تطہیر روح کے ذریعے خالص کیفیت اور حال کو تلاش کیا جو پہلی صدی کے مسلمانوں کا سرمایہ حیات تھا۔ مقام احسان میں مکمل رسوخ اور دین میں ظاہری و باطنی پختگی کے لیے خدمات سرانجام دیں۔ اس گروہ کو صوفیا کا نام دیا جاتا ہے۔ اس طرح لفظ تصوف اس گروہ کی پہچان بن گیا۔ محققین کی تحقیق سے عیاں ہوا کہ شریعت کا مدعا و مقصد ظاہر و باطن کی اصلاح ہے اور صوفیا کی متاع حیات بھی ظاہر و باطن کی اصلاح ہے۔ لہٰذا "لامشاحۃ فی الاصطلاح" تو پھر اصطلاح کے استعمال پر بحث کرنے کی ضرورت نہ رہی بلکہ مبادیات تصوف کو دیکھنے کی ضرورت ہے جو کہ شریعت اسلامیہ کی اصل ہے۔ غلام احمد پرویز اپنی فکر کی ارتقائی منازل طے کرنے سے پہلے اسی تصوف کے قائل تھے۔[16] بہر حال معلوم ہوا کہ تصوف کے مجہول الاصل کا دعویٰ سراسر غلط ہے۔ اس کے ماخذ کے بارے میں صدرِ اسلام کے شواہد ملتے ہیں جن کی بنا پر ناقدین کا نقد کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اب آئندہ سطور میں صوفیاء کے ہاں تصوف کے اشتقاقات کے بارے میں پائے جانے والے تصورات کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

لفظ صوفی کے اشتقاق کے متعلق صوفیا کا نظریہ

سید علی ہجویری کے مطابق لفظ تصوف کے اشتقاق کے متعلق صوفیاء کے تصورات میں تنوع پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ صوف یعنی اون کو وجہِ اشتقاق قرار دیتا ہے تو دوسرا گروہ صفِ اول میں ہونے کی بنا پر صوفی کو صوفی کہتا ہے۔ بعض کے نزدیک اصحابِ صفہ کی طرف نسبت سے صوفیاء نے اپنے لیے یہ اصطلاح اختیار کی ہے۔ ایک اور رائے اس کا مشتق ہونا بھی ہے۔[17] لفظِ تصوف کے اشتقاق کے بعد صوفی کے متعلق سید علی ہجویری کی تحقیق یہ ہے کہ "صفا" بلا اختلاف قابل قدر ہے

اور اس کا متضاد ”کدر“ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ذھب صفوالدنیاوبقی کدرھا“ یعنی دنیا کی پاکی جاتی رہی اور میل باقی رہا۔ اشیا کے لطیف حصے کو صفا اور کثیف کو کدر کہتے ہیں۔ تصوف سے وابستہ لوگ اپنے اخلاق و معاملات کی صفائی اور قلبی کدورتوں سے بری ہونے کی بنا پر صوفی کہلاتے ہیں۔[18] شیخ شہاب الدین سہروردی لفظ صوفی کے اشتقاق کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> اشتقاق کے لحاظ سے دیکھا جائے تو صوفی کا لفظ بہت مناسب ہے کیوں کہ عرب محاورہ میں تصوف کے معنی ہیں اونی لباس پہننا۔ کہا جاتا ہے تصوف یعنی اس نے صوف پہنا۔ بالکل ایسے ہی کہا جاتا ہے تقمص یعنی اس نے قمیص پہنی۔[19]

ابو نصر سراج الطوسی لفظ صوفی کے اشتقاق کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ابو الحسن قناد کہتے ہیں کہ صوفی، صفا سے مشتق اور صفا سے مراد اللہ کے لیے ہمہ وقت بشرط وفاداری قیام میں رہنا ہے۔ بعض کے نزدیک صوفی وہ ہے جسے دو عادتوں یا حالتوں کا اختیار ہو تو وہ ان میں سے اعلیٰ ترین پر پابند ہو۔ صوفیا کی ایک رائے کے مطابق بندہ، عبودیت میں ثابت قدم اور منجانب اللہ صفا قلب پانے کے بعد حقیقت سے آگہی حاصل کرتا اور احکامِ شرع کے قریب تر ہو جاتا ہے۔ گویا تزکیہ باطن کے بعد ہی کوئی بندہ صوفی بنتا ہے۔[20]

شیخ شہاب الدین سہروردی صوفی نام کی نسبت میں زہد کے پہلو کو نمایاں دیکھتے ہیں۔ صوفی کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> صوفی نام کی ایک وجہ یہ ہے چوں کہ صوفیا کرام نے تواضع، انکساری، گمنامی اور پوشیدہ رہنے کو زیادہ پسند رکھا چنانچہ وہ ایسے ہی ہوں گے جیسے پھٹے پرانے چیتھڑے اور گرے پڑے (صوف) کی طرح ہیں جنہیں کوئی آنکھ اٹھا کر دیکھنا پسند نہیں کرتا اور نہ کوئی ان کی طرف دھیان دیتا ہے۔ لہٰذا صوفیا کو چیتھڑوں کی نسبت سے صوفی کہا جاتا ہے۔[21]

تجزیہ

سید علی ہجویری کے نزدیک صوفی، صوف اور صف اور صفِ اول سے موسوم ہے۔ ایک صوفی صوف کا لباس پہنتا ہے، دوسرا عبادت میں صفِ اول کا مجاہد اور باطن کی صفائی کرنے والا ہوتا ہے۔ ابو نصر سراج الطوسی کے نزدیک صوفی صوف کا لباس پہننے والا ہوتا ہے۔ دوسرا پہلو یہ کہ موصوف نے صحابہ کو فقر کا امام قرار دیا جن پر لفظ صحابیت کی وجہ سے لفظ صوفی کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ موصوف کی عبارات میں صفائے قلب کے معنی صوفیا کے ہاں زیادہ پائے جاتے ہیں۔ شیخ شہاب الدین نے بھی صوف کے لفظ سے ہی صوفی کا اطلاق درست قرار دیا ہے۔

تصوف کی بنیاد پر تنقیدات کا علمی جائزہ

احسان الٰہی ظہیر تصوف کے ارتقاء و بنیاد پر نقد کرتے ہوئے تصوف کو عیسائیوں سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ ان کے

خیال میں تصوف کی بنیادیں، جڑیں اور بیج سیرت طیبہ ﷺ میں نہیں پائے جاتے۔ احسان الٰہی ظہیر صوفیا کی تعلیمات پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ان کی تعلیمات اور قرآن و سنت کی تعلیمات میں بعد المشرقین ہے۔ تصوف کی بنیادیں کسی بھی طرح حضور کی سیرت میں نہیں ملتیں اور نہ ہی صحابہ کرامؓ کی تعلیمات اور ان کی زندگیوں سے میل کھاتی ہیں۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سارے خیالات عیسائی راہبوں سے اخذ کیے گئے ہیں۔[22]

سید مودودی کے نزدیک تصوف کی تین اقسام ہیں۔ ایک کی وہ تصدیق کرتے اور اسے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ دوسری قسم کا تصوف وہ ہے جس کی وہ نہ تصدیق کرتے ہیں نہ تردید بلکہ اس کی اصلاح چاہتے ہیں اور تیسری قسم کی وہ تردید کرتے ہیں۔ جس تصوف کی وہ تصدیق کرتے ہیں اس کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

> ایک تصوف وہ ہے جو ابتدائی دور کے صوفیا میں پایا جاتا تھا مثلاً فضیل بن عیاض، ابراہیم ادھم معروف کرخی وغیرہم رحہم اللہ۔ اس کا کوئی الگ فلسفہ اور طریقہ نہ تھا بلکہ سب افکار اور اشغال و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ اور سب کا مقصود وہی تھا جو اس کا مقصود تھا یعنی اخلاص للہ اور توجہ الی اللہ۔ اس تصوف کی ہم تصدیق کرتے ہیں اور صرف تصدیق ہی نہیں کرتے بل کہ زندہ اور شائع کرنا چاہتے ہیں۔[23]

احسان الٰہی ظہیر تعلیماتِ تصوف کی بنیادوں کو عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہ کے بعد کی پیداوار قرار دیتے ہیں۔ سید مودودی کے نزدیک ایک تصوف قرون اولیٰ کا اور ایک عجمی ہے۔ ڈاکٹر اسرار احمد تصوف کو دینی علوم کی طرح ایک علم تصور نہیں کرتے۔[24] اس مسئلہ کی تحقیق مطلوب ہے کہ تعلیماتِ تصوف اور صوفیا کا طرز حیات عہد رسالت و صحابہ میں موجود تھا یا نہیں؟ کیا حضور ﷺ کے اسوہ حسنہ میں صوفیا کے لیے اسوہ موجود ہے؟ مذکورہ مسئلہ کی وضاحت کے لیے سیرتِ طیبہ ﷺ، صحابہ کرام اور ائمہ اربعہ کی حیات سے شواہد معلوم کر کے مذکورہ نقد کی حیثیت جانچنا ضروری ہے۔ آئندہ سطور میں اس امر کی تحقیق مطلوب ہے کہ سنت نبوی، صحابہ کرام اور تعامل امت میں افکارِ تصوف کا نمونہ موجود ہے یا رہبانیت کا الحاق والتباس ملتا ہے؟

ارتقاءِ تصوف۔۔۔ قرآن و سنت کے تناظر میں

سیرت طیبہ سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ رسول کریم ﷺ کی قبل از بعثت حیات خصوصاً غار حرا میں عبادت الٰہی روحانی زندگی کی عملی تفسیر ہے۔ آپ ﷺ کی اس حیات کو حیاتِ روحی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے کائنات کی علت غائی پر غور کر کے خلوت نشینی کو اختیار کیا۔ یوں آپ ﷺ دن اور رات کا بڑا حصہ لوگوں سے الگ دنیا سے دور غار حرا کی خلوت میں بسر کرتے تھے۔ درحقیقت یہ نبوت و رسالت کی زندگی کی تمہید تھی۔ بعد از اعلانِ نبوت آپ ﷺ اتنی عبادت کرتے کہ پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ حتیٰ کہ نزول قرآن ہوا:

> طٰهٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰى۔[25]
>
> طہ۔ ہم نے یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ تم تکلیف میں پڑ جاؤ۔

اسی طرح احادیث مبارکہ کے تحقیقی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کی عملی بنیادیں کسی نہ کسی شکل میں دورِ نبوت میں موجود تھیں۔ "المسند" میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک روایت زہد کے متعلق موجود ہے جس کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تمہارے پاس اتنا مال ہونا چاہیے جتنا کسی سوار کا سفر خرچ ہو اور تم اپنے آپ کو امیروں کی مجلس سے دور رکھنا اور پیوند لگانے سے پہلے کسی کپڑے کو پرانا نہ کرنا۔[26] سنن الترمذی میں انس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک دعا کا مفہوم ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! مجھے مسکنت میں زندہ رکھ، مسکنت کی موت دے اور بروز قیامت مساکین کے ساتھ میرا حشر فرمانا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی کیا وجہ ؟ فرمایا! مسکین قیامت کے دن مال داروں سے چالیس سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔[27] اسی طرح اعراضِ دنیا کے متعلق "مسند احمد" میں ایک روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو چیزوں کو انسان ناپسند کرتا ہے موت کو جبکہ موت فتنہ سے بہتر ہے۔ مال کی کمی کو ناپسند کرتا ہے جبکہ مال کی کمی سے حساب کم ہوتا ہے۔[28] اسی طرح صحیح البخاری کی ایک روایت میں کمزور لوگوں کی حیات کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ کمزور لوگوں کی وجہ سے مالداروں کی مدد کی جاتی ہے اور انہیں رزق دیا جاتا ہے۔[29] مندرجہ بالا احادیث تصوف کی بنیاد اور روح کو نمایاں کرتی ہیں۔ گو کہ یہ اصطلاحات بعد میں رائج ہوئیں تاہم مستعمل تصورات اور نظریات کی اساس احادیثِ مبارکہ میں ملتی ہیں۔

سیرتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم سے تصوف کے شواہد

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر کے خشیتِ الٰہی سے زندگی گزاری۔ ان کی زندگیوں کا تحقیقی مطالعہ بھی تصوف کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ ذیل میں بالخصوص خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کی حیات سے شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زندگی زہد ورضا سے بھرپور تھی۔ خلیفہ وقت ہونے کے باوجود دنیا کی آسائشات کو ترک کر چکے تھے۔ سیدہ عائشہؓ نے ایک بار نئی قمیص پہنی جو اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا تم کیا دیکھ رہی ہو کہ اللہ تم پر نظر رحمت نہیں کر رہے۔ پھر فرمایا کہ جب بندہ جمالیات پر خوش ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتے ہیں حتیٰ کہ وہ اس زینت کو چھوڑ دے۔ حضرت عائشہؓ نے اس قمیض کو صدقہ کر دیا۔ تب حضرت ابو بکر نے فرمایا ممکن ہے کہ اب یہ صدقہ تمہارا کفارہ ہو جائے۔[30]

عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دنیا کی زینت کو چھوڑ کر زاہدانہ زندگی بسر کی۔ کتاب الزہد میں حضرت عمرؓ کے بارے ہے جس وقت آپ خلیفہ تھے اور لوگوں کو خطبہ دے رہے ہوتے تو ان کے تہبند میں بارہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ نیز آپ کے چہرے پر مسلسل رونے کی وجہ سے دو سیاہ لکیریں بن گئیں تھیں۔[31] اسی طرح سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بطور خلیفہ دنیا کی زینت کو ترک کر کے سادہ زندگی بسر کی۔ "کتاب الزہد" میں حضرت عثمان غنیؓ کے زہد و خشیت کے بارے میں بیان ہے کہ ایامِ خلافت میں آپ مسجد میں سوئے ہوئے تھے اور پشت پر کنکریوں کے نشان تھے۔ یہ کہا جاتا تھا یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں۔ مطلب آپ کی عاجزی اور مسکنت کی مثال دی جاتی تھی۔ اسی طرح آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات

کو قیام کرتے۔ شہادت کے دن بھی آپ روزے سے تھے۔[32]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی زندگی بھی مخالفتِ نفس اور ترک دنیا سے معمور تھی۔ "کتاب الزہد" میں آپ کی خشیت کی کیفیت کے بارے میں بیان ہے کہ آپ کے پاس فالودہ لایا گیا تو حضرت علی نے فرمایا تیری خوشبو، رنگ اور ذائقہ بہت اچھا ہے لیکن مجھے یہ ناپسند ہے کہ مجھے تیری عادت پڑ جائے۔[33] گویا ایسی خوراک جو نفس کو لذیذ محسوس ہوئی آپ نے بے رغبتی کی وجہ سے استعمال نہیں فرمائی۔ حیاتِ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے یہ مظاہر تصوف کی بنیاد فراہم کرتے ہیں۔

ائمہ اربعہ اور تصوف کی بنیادیں

اس عنوان کے تحت ائمہ اربعہ کی حیات اور اقوال سے تصوف کی بنیاد اخذ کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ ائمہ اربعہ نے فقہ کے ساتھ تصوف کو بھی اپنی عملی زندگی میں شامل کیا۔ وہ فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی بھی تھے۔ "الدر المختار" میں شیخ ابو علی دقاق اپنا سلسلہ طریقت امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت تک یوں بیان کرتے ہیں:

انااخذت التصوف من الشبلی وھومن سری سقطی وھومن معروف الکرخی وھومن داؤد الطائی وھواخذالعلم والطریقۃمن ابی حنیفۃوکل منھم اثنی علیہ واقربفضلہ۔[34]

میں نے تصوف شبلی سے، انہوں نے سری سقطی سے، انہوں نے معروف کرخی سے اور انہوں نے داؤد طائی سے حاصل کیا۔ جب کہ داؤد طائی نے علم اور طریقت امام اعظم سے حاصل کیا اور ہر ایک نے آپ کی تعریف اور بلند مقام کا اعتراف کیا ہے۔

ملا علی قاری نے تصوف کے بارے امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ:

من تفقہ ولم یتصوف فقدتفسق ومن تصوف ولم یتفقہ فقدتذندق ومن جمع بینھمافقدتحقق۔[35]

جس شخص نے فقہ سیکھی اور تصوف اختیار نہیں کیا اس نے فسق کا ارتکاب کیا۔ جس نے تصوف حاصل کیا اور فقہ کو نہیں اپنایا اس نے زندقہ کیا اور جس نے دونوں کو جمع کر لیا تو اس نے حقیقت کو پالیا۔

گویا اصل حقیقت فقہ و تصوف کے اجتماع سے حاصل ہوتی ہے۔ "کشف الخفاء" میں تصوف کے متعلق امام شافعی کا قول یوں بیان کیا گیا ہے:

حبب الی من دنیاکم ثلاث،ترک التکلف وعشرۃالخلق بالتلطف والاقتداءبطریق اھل التصوف۔[36]

تمہاری دنیا میں مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ ترکِ تکلف، مخلوق سے حسنِ خلق اور اہل تصوف کے طریق کی اقتداء۔

شیخ محمد امین کردی "تنویر القلوب" میں امام احمد بن حنبل کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ آپ اپنے بیٹے کو صوفیا کی صحبت اختیار کرنے سے قبل کہا کرتے تھے کہ اے بیٹے! تجھ پر حدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور ان لوگوں کی صحبت سے بچو جو اپنے آپ کو صوفیا کہتے ہیں کیوں کہ یہ بسا اوقات اپنے دین کے احکام سے نابلد ہوتے ہیں۔ لیکن جب آپ نے صوفی

ابو حمزہ بغدادی کی صحبت اختیار کی اور اس قوم کے احوال کو جانا تو اپنے بیٹے کو صوفیاء کی صحبت اختیار کرنے کا حکم دینے لگے کہ انہوں نے کثرتِ علم، مراقبہ، خشیت، زہد اور علوِ ہمت کا اضافہ کیا ہے۔[37]

ائمہ اربعہ کی حیات اور اقوال کے یہ شواہد بھی اس حقیقت کو عیاں کرتے ہیں کہ تصوف اور اس کی اصطلاحات کوئی بے بنیاد اور من گھڑت چیز نہیں بلکہ سیرتِ طیبہ سے لے کر ائمہ اربعہ کی حیات تک ہر دور میں ایسے تصورات اور تعلیمات ملتی ہیں جو بعد میں تصوف میں بطور خاص شامل کی گئیں۔ اس علم نے ایک الگ شناخت اور نام اگرچہ بعد میں حاصل کیا تاہم یہ انہی تعلیمات اور شواہد پر مشتمل ہے جو مذکورہ بالا ادوار میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس لیے اس کے بے بنیاد ہونے کا دعویٰ کوئی معنی نہیں رکھتا۔ صوفیا اخلاقِ حمیدہ سے متصف ہوتے ہیں اور اس امر میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ آپ ﷺ اخلاق کے اعلیٰ ترین معیار پر فائز ہیں۔ صحابہ نے آپ ﷺ کی اتباع میں زہد و تقویٰ اور ورع و خشیت کا مظاہرہ کیا اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا اور ان اوصاف و کمالات کے حصول کے مکمل ایک علم رائج ہوا جسے تصوف کہا جاتا ہے۔

نتائج بحث

- ناقدینِ تصوف نے لفظ تصوف اور صوفی کے مجہول اور یونانی الاصل ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو بوجوہ درست نہیں۔ صفا، صفائے قلب، صفہ اور تصفیہ سب ایسے الفاظ ہیں جن کا ذکر صدرِ اسلام میں ملتا ہے اور انہی سے یہ اصطلاحات وجود میں آئی ہیں۔
- صدرِ اسلام میں گو کہ یہ ایک مستقل علم کے طور پر سامنے نہیں آتا لیکن سیرتِ طیبہ ﷺ و خلفاءِ راشدین میں ایسے مظاہر ملتے ہیں جو اس کی حقیقت کو عیاں کرتے ہیں۔ یہی طرزِ حیات بعد میں ایک علم کے طور پر تصوف کے نام سے معروف ہے۔
- تصوف کے بے بنیاد ہونے کا دعویٰ اور اس بنیاد پر اس علم پر نقد بھی درست نہیں۔ متعدد احادیث تصوف کی بنیاد اور روح کو نمایاں کرتی ہیں۔ گو کہ یہ اصطلاحات بعد میں رائج ہوئیں تاہم مستعمل تصورات اور نظریات کی اساس احادیثِ مبارکہ میں ملتی ہیں۔
- صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دنیا کی زیب وزینت کو ترک کر کے خشیتِ الٰہی سے زندگی گزاری۔ ان کی حیات بھی تصوف کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔ بالخصوص خلفاءِ راشدین کا باوجود خلافت کے سادہ اور زاہدانہ زندگی گزارنا تصوف کے تصورات کو تقویت دیتا ہے۔
- ائمہ اربعہ کی عبارات اور طرزِ عمل سے بھی فقہ و تصوف کا امتزاج نمایاں ہے۔ ہر فقیہ اپنی ذات میں ایک صوفی ہوتے اور احکامِ شرع کی تعلیم و تلقین کے ساتھ ساتھ تصوف و سلوک کا فریضہ بھی سرانجام دیتے۔ فقہاء کی عبارات میں فقہ بغیر تصوف یا تصوف بغیر فقہ کو نقصان دہ جبکہ دونوں کے مجموعے کو ہی اصل دین کی روح قرار دیا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

1 اسرار احمد، ڈاکٹر، **مروجہ تصوف یا سلوک محمدی ﷺ**، (لاہور: مکتبہ خدام القرآن، 2013ء)، ص9۔

2 ایضاً، ص10-11۔

3 ایضاً، ص60۔

4 پرویز، غلام احمد، **تصوف کی حقیقت**، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 2008ء)، ص71۔

5 الطوسی، ابو نصر سراج، **كتاب اللمع فى التصوف**، مترجم: اسرار بخاری، (لاہور: کتاب محل، سن ندارد)، ص33۔

6 المکی، ابو طالب، **قوت القلوب**، (قاہرۃ: مطبع مصطفی البابی الحلبی، سن ندارد)، 1/150۔

7 الطوسی، **كتاب اللمع فى التصوف**، ص83۔

8 ایضاً، ص32۔

9 حلمی، محمد مصطفی، **تاریخ تصوف اسلام**، (کراچی: قرطاس، 2015ء)، ص120۔

10 ایضاً، ص118۔

11 A. J, Arberry, **An introduction to the History of Sufism**, (London: Longmans, Green & Co, 1942), P. 62.

12 صدیقی، محمد حفیظ الرحمن، **تصوف اور صوفیا کی تاریخ**، (لاہور: شاکر پبلی کیشنز، 2014ء)، ص24۔

13 سید یوسف، **تصوف اور صوفیا**، مترجم: ڈاکٹر محمد اقبال، (اسلام آباد: پورب اکادمی، 2014ء)، ص41۔

14 ایضاً، ص42۔

15 حلمی، **تاریخ تصوف اسلام**، ص122۔

16 پرویز، غلام احمد، **طلوع اسلام**، (لاہور: طلوع اسلام ٹرسٹ، 1940ء)، ص26۔

17 ہجویری، سید علی، **کشف المحجوب**، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1999ء)، ص83۔

18 ایضاً۔

19 شہاب الدین، عمر، **عوارف المعارف**، مترجم: عبد الستار طاہر، (لاہور: شبیر برادرز، 2011ء)، ص106۔

20 ایضاً، ص35۔

21 ایضاً، ص107۔

22 ظہیر، احسان الٰہی، **تصوف تاریخ وحقائق**، (لاہور: ادارہ ترجمان السنہ، 2010ء)، ص75۔

23 مودودی، ابو الاعلیٰ، **تجدید واحیائے دین**، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، سن ندارد)، ص107۔

24 اسرار احمد، ڈاکٹر، **حقیقت تصوف**، (لاہور: انجمن خدام القرآن، 2003ء)، ص15۔

25 سورۃ طٰہٰ 20:1-2۔

26 احمد بن حنبل، الامام، **المسند**، (ریاض: دار السلام، 2013ء)، باب مسند مکیین، رقم الحدیث: 7867۔

27 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الزھد، باب ماجاء ان فقراء المھاجرین یدخلون الجنۃ قبل اغنیائھم، رقم الحدیث: 2355۔

28 احمد بن حنبل، **المسند**، باب مسند انس بن مالک، رقم الحدیث: 12414۔

29 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دار الحضارۃ للنشر والتوزیع، 2015ء)، کتاب الجھاد والسیر، باب من استعان بالضعفاء الصالحین فی الحرب، رقم الحدیث: 2896۔

30 الاصفہانی، احمد بن عبد اللہ، **حلیۃ الاولیاء**، (بیروت: درالکتب العلمیۃ، 1997ء)، ص85۔

31 احمد بن حنبل، الامام، **کتاب الزهد**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1414ھ)، ص154۔

32 ایضاً، ص158۔

33 ایضاً، ص165۔

34 الحصکفی، محمد بن علی، **الدرالمختار**، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، سن ندارد)، 1/473۔

35 ملا علی بن سلطان القاری، **شرح الشفاء**، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، 1421ھ)، 5/48۔

36 العجلونی، اسماعیل بن محمد، **کشف الخفاء ومزیل الالباس**، (قاہرۃ: مکتبہ القدسی، 1351ھ)، ص572۔

37 الکردی، محمد امین، **تنویر القلوب فی معاملة علام الغیوب**، (قاہرۃ: مطبعۃ السعادۃ، 1358ھ)ص405۔